مطبوعات

کتاب الآثار | مؤلفہ: امام محمد بن حسن شیبانیؒ۔ ترجمہ و فوائد: مولانا ابوالفتح محمد صغیر الدین۔ قیمت: مجلد آٹھ روپے۔ شائع کردہ: محمد سعید اینڈ سنز ناشران و تاجران کتب، قرآن محل، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔

یہ کتاب دراصل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے منتخب کردہ آثار و احادیث کا مجموعہ ہے جن کو ان کے شاگرد رشید، فقہ حنفی کے رکن رکین امام محمد نے روایت کیا ہے لیکن امام محمدؒ نے اس کی ترتیب و تدوین میں جو طرز اختیار کیا ہے اس کی وجہ سے عام طور پر اس کا انتساب امام ابوحنیفہ کے بجائے امام محمد کی طرف کیا جاتا ہے۔ مثلاً امام محمدؒ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر باب میں پہلے اس باب سے متعلق روایتیں نقل کرتے ہیں اور پھر بالالتزام ان روایات کے بارے میں اپنا اور امام ابوحنیفہ کا مسلک بیان کرتے ہیں۔ اور اگر اس روایت پر اُن کا عمل نہیں ہوتا تو اس کو نقل کرنے کے بعد اس کو معمول بہ نہ بنانے کے وجوہ و دلائل لکھتے ہیں۔ اسی ضمن میں وہ بہت سی احادیث و آثار امام ابوحنیفہ کے علاوہ امام مالک اور دیگر شیوخ سے بھی نقل کرتے ہیں۔ امام محمد کے اس طرز سے بادی النظر میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب خود امام محمد کی تصنیف کردہ ہے۔ چنانچہ مولانا شبلی نعمانی بھی لکھتے ہیں کہ "اس کا انتساب امام محمد کی جانب زیادہ موزوں ہے"۔ لیکن اکثریت نے اس کو امام ابوحنیفہ کے مسانید میں محسوب کیا ہے، شاہ ولی اللہؒ مصفّٰی میں لکھتے ہیں: "آثار یکہ از امام ابوحنیفہ روایت کردہ است"۔

جس طرح مؤطا امام مالک کے متعدد نسخے متعدد ائمہ سے منقول ہیں، اسی طرح کتاب الآثار کو بھی مختلف لوگوں نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے۔ ایک روایت تو یہی محمد بن حسن شیبانی کی ہے اور دوسری روایتیں امام ابویوسف، امام زفر، حسن بن زیاد لولوئی، حماد بن ابی حنیفہ، خالد بن وہبی اور دوسرے متعدد حضرات کی بھی ہیں۔ ان سب نسخوں میں زیادہ جامع محمد بن زیاد لولوئی کا نسخہ ہے اور سب سے

کم آثار زیرِ تبصرہ مجموعہ میں ہیں۔

کتاب الآثار کی ترتیب کُتبِ سنن و احکام کے طرز پر ہے یعنی اس میں سنن ابو داؤد اور سنن ابن ماجہ کی طرح قائم کی گئی ہے چنانچہ سب سے پہلے وضو کا بیان ہے پھر غُسل، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے ابواب ہیں۔ ان کے بعد ایمان، شفاعت، نکاح و طلاق، لعان و ایلا و ظہار کے ابواب ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس، آخر میں دیت، مکاتبت، بیوع، مزارعت اور تعزیرات وغیرہ کا ذکر ہے۔ یہ جملہ ابواب ۹۰۰ آثار پر مشتمل ہیں جن کو امام صاحب نے بقول صدر الائمہ موفق بن احمد مکی: "چالیس ہزار احادیث و آثار سے منتخب کیا ہے۔" امام محمد بالعموم اپنے استاد امام سے مسائل و احکام میں اتفاق کرتے ہیں اور "بہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ" سے اس کی تصریح کر جاتے ہیں۔ لیکن بعض مقامات پر اُن سے اختلاف بھی کیا ہے۔ مثلاً جگالی کرنے والے جانوروں کے پیشاب کے بارے میں امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ان کا پیشاب اگر پانی میں پڑ جائے تو اس سے وضو نہیں ہوگا اور اگر زیادہ مقدار میں کپڑے پر پڑ جائے تو اس سے نماز نہ ہوگی اور پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ لازمی ہوگا۔ مگر امام محمد امام ممدوح کا مسلک بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "لا اریٰ بہ باساً لا یفسد ماءً ولا ثوباً (میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ اس سے نہ ہی پانی خراب ہوگا اور نہ کپڑا ناپاک ہوگا۔ ص۲۵)

اسی طرح زمین کو بٹائی پر دینے کے سلسلے میں امام محمدؒ تصریح کرتے ہیں کہ: "امام ابوحنیفہ نے اس بارے میں ابراہیم نخعی کا قول اختیار کیا ہے (کہ زمین بٹائی پر دینا درست نہیں ہے) اور میں سالم اور طاؤس کے قول کو اختیار کرتا ہوں کہ بٹائی پر کاشت کروانے میں کوئی مضایقہ نہیں ہے (کان ابوحنیفۃ یاخذ بقول ابراھیم ونحن ناخذ بقول سالم وطاؤس لانری بذالک باساً صفحہ ۲۹۲)

فقہی طرز پر آثار و احادیث کو سب سے پہلے امام صاحب نے مرتب کیا ہے۔ اور کتاب الآثار وہ پہلی کتاب ہے جو سنن کے موضوع پر وجود میں آئی ہے۔ امام سیوطی کے قول کے مطابق: "امام ابوحنیفہ کے امتیازی مناقب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدوّن کیا اور اس کی ابواب پر ترتیب قائم کی، پھر امام مالک بن انس نے مؤطا کی ترتیب میں انہی کی پیروی کی اور اس بارے میں امام ابوحنیفہ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں ہے۔"

امام صاحب احادیث کے قبول کرنے میں بڑے محتاط تھے اور اسی حدیث کو اختیار کرتے تھے جو ان کی شرائط پر پوری اترتی تھی۔ چنانچہ اسی احتیاط و ورع اور شدت نے آج تک ان کو بعض حلقوں کا ہدف مطاعن بنائے رکھا ہے۔ امام صاحب کے احادیث کو درجۂ قبولیت میں رکھنے کا طریقہ امام سفیان ثوری کے الفاظ میں یہ ہے کہ "امام صاحب وہی حدیثیں لیتے ہیں جو ان کے نزدیک صحیح اور ثقات سے مروی ہوئی ہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ہوتا ہے"۔ (الانتقاء لابن عبدالبر) عبدالوہاب شعرانی المیزان الکبریٰ میں رقم طراز ہیں کہ "امام ابوحنیفہ کسی روایت پر عمل سے پہلے یہ شرط عائد کرتے تھے کہ اس کو اہلِ تقویٰ کی ایک جماعت صحابی سے برابر نقل کرتی چلی آتی ہے"۔ کتاب الآثار میں بھی امام موصوف نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور یحییٰ بن معین کی رائے میں امام صاحب نے اس میں بڑی بلند پروازی دکھائی ہے۔ اور ابو مقاتل سمرقندی کی تصریح کے موافق روایات کو وسیع العلم اور عمدہ مشائخ سے لیا ہے اس احتیاط و تشدد کے متعدد عوامل تھے، ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ امام صاحب کے زمانہ میں وضعِ احادیث کا فتنہ اٹھ رہا تھا اور اعدائے اسلام شریعت حقہ کو اپنی اغراض و اہواء کا بازیچہ بنانے کے لیے اس فتنہ کو برابر ہوا دے رہے تھے۔ یہ خیال بھی اب غلط ثابت ہو چکا ہے کہ امام صاحب نے صرف اہلِ کوفہ کی روایات کو قبول کیا ہے، اور باقی دوسرے رواۃ کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔ بلکہ امام موصوف کو اپنے غیر معمولی احتیاط کے باوجود جہاں سے صحیح اور معتبر روایت ملی ہے آپ نے اسے قبول کرنے میں تامل نہیں کیا۔ اسی کتاب الآثار کے رواۃ کو لے لیجیے اس میں امام صاحب کے شیوخ کی تعداد ایک سو پانچ ہے۔ ان میں ۳۰ کے قریب ایسے بزرگ ہیں جو کوفہ کے نہیں ہیں بلکہ حجاز، عراق، شام اور دوسرے اسلامی شہروں کے رہنے والے ہیں۔

بہرحال احادیث کی تنقیح و تدوین کا بیشتر کام امام صاحب کے بعد کے زمانہ میں عمل میں آیا ہے۔ اور جن احکام کی بنیاد امام صاحب نے قیاس و تفقہ پر استوار کی ہے، بعد میں محدثین کی کاوشوں نے ان احکام کے بارے میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو جمع کیا ہے اور بساط بھر چھان بین کر کے اسے امت کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس لیے اب خود امام ممدوح کے قول کے مطابق ان کا مسلک بھی یہی ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث مل جائے تو اسی کو اختیار کیا جائے۔ (اذا صح الحدیث فہو مذہبی)

کتاب کا ترجمہ لفظی ہے جس کی وجہ سے بعض جگہ مطلب سمجھنے میں بھی دشواری ہوتی ہے۔ مثلاً صد ۲۲ پر یہ جملہ ہے کہ "ہم اس کے ساتھ کچھ خوف نہیں دیکھتے"۔ یہ ترجمہ ہے "لا نری بہ باسًا" کا جس کا مطلب یہ ہے کہ "ہم اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے"۔ اسی طرح اور جگہ بھی تحت اللفظی کی پابندی نے ترجمہ میں الجھاؤ پیدا کر دیا ہے۔ موجودہ حالات میں کسی کتاب کو مؤثر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں زبان کی نفاست، تراکیب کی صحت اور بیان کی دلنشینی کا لحاظ رکھا جائے۔ اگر ناشرین اہتمام کرتے تو اس ترجمہ کی تنقیح ہو سکتی تھی۔ بعض ابواب کے خاتمے پر مترجم کی جانب سے تشریحی نوٹ بھی ہیں جن میں بیشتر امام طحاوی سے استفادہ کیا گیا ہے۔ کتاب کے شروع میں مولانا عبدالرشید نعمانی کا نہایت جامع اور محققانہ مقدمہ ہے جس میں مولانا موصوف نے کتاب کے مصنف کا فضل و کمال اور نفس کتاب کے امتیازی اوصاف کو نہایت مدلل طریقے سے بیان کیا ہے۔ مولانا نعمانی کی شخصیت اس دورِ قحط الرجال میں حقیقتہً قابلِ قدر ہے۔ کتابت و طباعت گوارا ہے۔ ضخامت ۳۳۶ صفحات۔ (خ - ح)